کئے جانے کا واقعہ غالباً ۱۷۰۰ قبلِ مسیح میں پیش آیا۔

"حضرت یوسفؑ کے کنوئیں میں پھینکے جانے اور پھر مصر میں فروخت کئے جانے کا واقعہ ۱۸۹۰ قبلِ مسیح کے قریب کے زمانے میں پیش آیا"۔ (دیکھئے ابوالاعلیٰ مودودی: تفہیم القرآن، جلد دوم دہلی، ۱۹۷۵، ص ۳۸۱)

اس ضمن میں ایک اہم امر کی نشاندہی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ قرآنِ کریم کے مطابق حضرت یوسفؑ کو (کنعان سے گزرنے والے) ایک قافلہ کے سقے نے کنوئیں سے نکالا اور پھر اہلِ قافلہ انکو اپنے ہمراہ مصر لے گئے اور وہاں ان کو عزیزِ مصر کے ہاتھ فروخت کر دیا (دیکھئے سورۂ یوسف: ۱۹ تا ۲۱) اس کے برعکس اس سلسلے میں بائبل کا بیان الجھا ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی جب ان کو گڑھے میں ڈال کر کھانا کھانے بیٹھے تو دیکھا کہ اسماعیلیوں کا ایک قافلہ جلعاد سے آرہا ہے اور گرم مصالحہ، روغن بلسان وغیرہ لے کر مصر کو جارہا ہے۔ یہوداہ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر ہم اپنے بھائی کو مار ڈالیں اور اس کا خون چھپائیں تو کیا نفع ہوگا۔ آؤ اسے اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں کہ ہمارا ہاتھ اس پر نہ اٹھے کیونکہ وہ ہمارا بھائی اور ہمارا خون ہے۔ اس کے بھائیوں نے اس کی بات مان لی۔ پھر وہ مدیانی سوداگر ادھر سے گزرے۔ تب انہوں نے یوسفؑ کو کھینچ کر گڑھے سے باہر نکالا۔ اور اسے اسماعیلیوں کے ہاتھ بیس روپے کے عوض بیچ ڈالا اور وہ لوگ یوسفؑ کو مصر میں لے گئے۔ (دیکھئے کتاب پیدائش ۳۷: ۲۵ تا ۲۸) پھر آگے چل کر بائبل کے مصنفین لکھتے ہیں: ... مدیانیوں نے اسے (یوسفؑ کو) مصر میں فوطیفار کے ہاتھ جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوداروں کا سردار تھا بیچا۔ (ایضاً ۳۷: ۳۶)

تلمود کا بیان ہے کہ مدین کے سوداگروں نے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر اپنا غلام بنا لیا۔ پھر برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کو ان کے قبضے میں دیکھ کر ان سے جھگڑا کیا۔ آخر کار انہوں نے بیس درہم قیمت ادا کر کے برادرانِ یوسفؑ کو راضی کیا۔ پھر انہوں نے بیس ہی درہم میں یوسفؑ کو اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ دیا اور اسماعیلیوں نے مصر لے جا کر فروخت کیا۔ دوسرے یہ کہ خود مدیانیوں نے حضرت یوسفؑ کو فوطیفار (حاکمِ مصر) کے ہاتھ بیچا۔

تلمود کے بیان کے مطابق مدیانیوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر پہلے تو اپنا

غلام بنایا پھر انہوں نے بیس درہم ادا کرکے برادرانِ یوسفؑ کو راضی کیا۔ بعدازاں انہوں نے بیس ہی درہم میں حضرت یوسفؑ کو اسماعیلیوں کے ہاتھ فروخت کیا اور اسماعیلیوں نے انہیں مصر لے جاکر بیچ دیا۔

ان متضاد بیانات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ بائبل اور اس سلسلے کی دیگر کتب مجموعہ ہائے تحریفات ہیں۔

۴۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "THE FOREIGN VOCABULARY OF THE QURAN"
ARTHUR JEFFERY بڑودہ، ۱۹۳۸، ص ۲۶۴۔

۵۔ سید سلیمان ندوی نے بھی اس کو ہندی الاصل قرار دیا ہے۔ دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات ص: ۷۲۔

۶۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: The Foreign Vocabulary of The Quran، ص ۲۴۶

۷۔ سید سلیمان ندوی کے نزدیک بھی یہ ہندی الاصل ہے۔ دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات ص ۷۲۔

۸۔ دیکھئے: The Foreign Vocabulary of The Quran، ص ۱۵۴۔

۹۔ ملاحظہ ہو حوالہ سابق نیز دیکھئے F. Staingas:
A Comprehensive Persian English Dictionary.
دہلی، ۱۹۸۱ (لفظ زنجبیل)

۱۰۔ دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات صفحات ۶۹-۷۲۔

بقیہ تبصرہ

سے کام لیا ہے۔ اور ایک دیانتدار مورخ کی حیثیت سے تاریخی سچائیوں اور صداقتوں کو درج کردیا ہے۔ جو پڑھنے کے لائق ہے۔ اور نہایت ہی بصیرت افروز ہے۔ مساجد اور اوقاف کی تباہی و بربادی میں کس کا ہاتھ ہے یہ تمام تفصیلات اس میں درج کی گئی ہیں اور دلائل و براہین کے ساتھ کی گئی ہیں۔

مولانا قاسمی کی زبان بہت ہی سادہ و شگفتہ ہے۔ انہوں نے بڑی اچھی زبان میں یہ کتاب لکھی ہے۔ جو ادبی و تاریخی دونوں حیثیت سے بے نظیر و بے مثال ہے۔

امید قوی ہے کہ اس اہم کتاب کو ہر حلقہ میں قبولیت حاصل ہوگی۔

قدیم ہندوستانی روایات — چند جھلکیاں

ترجمہ و تلخیص		اتل کمار بسواس
مختار احمد مکی، جمشید پور		دکمشنر، ترہت کمشنری مظفر پور، بہار

ترہت کمشنری (مظفر پور بہار) کے کمشنر اتل کمار بسواس نے ہندوستان ٹائمس پٹنہ میں ایک طویل مضمون لکھا جو کہ کئی ہفتہ تک مسلسل چھپتا رہا ہے ان مضامین میں انہوں نے ہندو مذہب سے متعلق چند بنیادی سوالات اٹھائے ہیں ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۴ء میں چھپے اپنے پہلے مضمون کی سرخی "جہان ناواقفیت ایک خدائی عطیہ ہے" لگائی۔ اس کے مطابق جانکاری کا نہ ہونا خدائی دین ہے کیونکہ جانکاری حقیقت میں خطرناک ہوتی ہے اور لوگوں کو انقلابی بنا دیتا ہے ایک جانکاری آدمی سوچتا ہے غور و فکر کرتا ہے چیزوں کو تولتا اور پرکھتا ہے اور اگر وہ عقل سے پرے ہے تو اس سے انکار کر دیتا ہے اور اس کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ ہندوؤں کے ایک مشہور دیوتا شیوا ہیں جس کے عضو تناسل کی پوجا مندروں اور گھروں میں کی جاتی ہے وشنو کے ماننے والے جن کی بڑی تعداد جنوبی ہند میں ہے اپنی پیشانیوں پر بچپن سے ہی وشنو کے جنسی عضو کی تصویریں نقش کرواتے ہیں لاکھوں کی تعداد میں ایسے منادر ہیں جہاں مرد و عورت کے جنسی عمل کی پوجا شیولنگم کی شکل میں کی جاتی ہے اس پوجا کے لئے بڑی تعداد میں لوگ اپنے خاندان کے خاتون ممبر یعنی بیوی، بہن، بیٹا بیٹی اور ماں وغیرہ کے ساتھ جاتے ہیں اور مذہبی جذبات اور اندھی تقلید کے تحت پوجا کرتے ہیں۔ موجودہ سینما اور ٹی وی بھی اس پوجا کی نمائش میں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ سوال یہ ہے

کہ لنگم اور جنسی وظیفہ کی نمائش اور اس کی پوجا کہاں تک آج کے مہذب سماج کے لئے مناسب ہے خواہ وہ جنسی عضو بھگوان ہی کا کیوں نہ ہو۔

سادھو سنت اور رشی کے اخلاقیات کو لیکر بھی لیسواس نے بحث کی ہے مہابھارت کے ادھیہ ۱۰۸ کے مطابق ایک رشی وبھندریکا رشی شرینگا کے باپ تھے اور اس کی ماں ایک ہرنی تھی۔ ایسی مثالیں تنہا نہیں ہے بلکہ مہابھارت کے صفحات اس سے بھرے پڑے ہیں پانڈو کو ایک رشی داما نے سراپ دیا تھا کہ وہ کبھی باپ نہیں بن سکتا ہے گرچہ وہ یدھسٹر ارجن نکل اور سہدیو کا باپ مانا جاتا ہے شراپ کی یہ کہانی مہابھارت کے پہلے ادھیہ میں ہے رشی داما نے ایک ہرنی کے ساتھ جنگل میں جنسی فعل انجام دے دیا تھا۔ پانڈو کے ذریعہ چلائے گئے تیر سے داما کی موت ہوگئی۔ مرنے سے قبل اس نے بد دعا کی کہ جب بھی پانڈو عالم شہوت میں اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو فوراً اس کی موت ہو جائے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ پانڈو کے پانچوں بچے پانڈو کے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے ہیں گرچہ وہ پانڈو کی بیوی سے ہیں لیکن اس پر کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ سوال یہ بھی ہے کہ کیا جانوروں کے ساتھ جنسی افعال جنسی کارکردگی کی دلیل ہے؟ شائد یہی وجہ ہے کہ کھجراہو کے مندر میں جانوروں سے جنسی فعل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مہابھارت میں ایسے بھی بہت سے واقعات ملتے ہیں جن کے مطابق رشی عام لوگوں کے درمیان کھلی جگہ پر عورتوں سے جنسی وظیفہ انجام دیا کرتے تھے ادھیہ ۶۳ کے مطابق رشی پارس ہارا نے ستیہ وتی جو کہ ایک ملاح کی لڑکی تھی اس کے ساتھ سرعام یہ کام کیا جس کے نتیجہ میں سنتانو کی پیدائش ہوئی جو کہ کورو اور پانڈو کے جدامجد بھیشم پتامہ کے باپ تھے۔ چھندوگیا اپنشد کے مطابق رشیوں کا یہ معمول تھا کہ پوجا کرتے ہوئے بھی اگر کوئی عورت کسی رشی سے جسمانی تعلقات کی خواہاں ہو تو وہ پوجا چھوڑ کر وہیں اسی وقت تمام لوگوں کی موجودگی میں جنسی فعل انجام دیتے اور اسے ایک مذہبی فعل قرار دیا گیا۔

جس قدیم ہندوستان کی تعریف کے گن گاتے ہوئے آج ہم نہیں تھکتے وہ انتہائی تھرتھرا دینے والے واقعات سے بھی بھرے پڑے ہیں۔ برہما نے اپنی بیٹی ست روپا سے شادی کی جس کے نتیجہ میں منو کی پیدائش ہوئی اور منو نے بھی اپنی ماں ست روپا سے شادی کرلی۔ باپ اور بیٹی کے درمیان شادی اور جسمانی تعلقات کی ایک لمبی فہرست ہے۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں مسٹر بسواس نے Devolion سے متعلق سوالات اٹھائے ہیں اور کچھ شاستروں کا حوالہ دیتے ہوئے اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ جانوروں سے جنسی فعل انجام دیں گے ان کو ۱۲ پانا اور دیوی کی مورتیوں کے ساتھ یہ کام کرنے پر ۲۴ پانا جرمانہ دینا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ ارتھ شاستر کے مصنف کو یہ سزا تجویز کرنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ کوئی بھی قانون اس وقت بنتا ہے جب اس کی ضرورت ہو، سوال یہ بھی ہے کہ وہ کون کون دیویوں کی مورتیاں تھیں؟ مزید یہ کہ ان کے ساتھ کہاں اور کس کے ذریعہ بدفعلیاں کی جاتی تھیں؟ اور کیا اس سزا کے خوف سے ہی دیو داسیوں نے مورتی کی جگہ لے لی۔ مورتیوں کے سلسلہ میں درگا کالی، سرسوتی، لکشمی، سپنارہ اور منشیا وغیرہ کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے۔ تفصیل سے بسواس نے ان سے تعلقات کی نوعیت بیان کی ہے۔ کن لوگوں کے ذریعہ یہ بدفعلیاں کی جاتی تھیں اس کا جواب دیتے ہوئے بسواس کا کہنا ہے کہ نچلی ذات کے لوگوں کے لئے مندروں کے دروازے بند تھے، راجہ مہاراجہ، زمیندار مہاجن اور سوداگر وغیرہ ہی مندر میں جایا کرتے تھے لیکن اس بدفعلی کی ان سے توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان لوگوں نے اپنی شردھا سے بڑی تعداد میں زمین زیورات اور دوسرے تحائف دیئے ہیں ان کے دلوں میں اپنی دیوی دیوتاؤں کے لئے بڑا عزت واحترام رہا ہے مزید یہ کہ دن میں یہ لوگ مندروں میں جایا کرتے تھے اور یہ دنیاوی عقلمند لوگ اتنے بیوقوف نہیں تھے کہ اپنا وقت

ان بے جان پتھروں اور مٹی کی مورتیوں پر ضائع کرتے جبکہ انہیں آسانی سے عورتیں حاصل تھیں ان مورتیوں کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری پروہتوں اور برہمن دیوتاؤں کی تھی وہ دن رات کسی بھی وقت بغیر کسی شک وشبہ کے جا سکتے اور رہ سکتے تھے دور دراز پہاڑی علاقوں پر مندروں کی موجودگی محض اتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں مصلحت بھی ہے پکڑے جانے کی صورت میں بڑی آسانی سے ان مالدار پروہتوں کے ذریعہ ۲۴ پانا جرمانہ دیا جا سکتا تھا کیونکہ ان کے لیے یہ رقم بہت کم تھی۔ حتیٰ کہ طوائف سے تعلقات قائم کرنے پر ۴ ۵ پانا جرمانہ اور جتنی بار یہ تعلق قائم کیا گیا ہے اس کا ۱۶ گنا جہیز بھی دینا پڑتا ارتھ شاستر کے مطابق اپنے گرو کی بیوی سے زنا کی سزا غیر معمولی طور پر زیادہ تھی عضو تناسل کاٹ لیئے جاتے اس کے بعد موت کی سزا دی جاتی اس وجہ سے صرف ایک ہی مثال ملتی ہے جبکہ اندرا نے اپنے گرو گوتم کی بیوی اہلیہ سے جسمانی تعلقات قائم کئے جبکہ گرو گھر میں نہیں تھے لیکن کوئی سزا نہیں دی گئی صرف گرو کا شراپ ملا۔

۲۵ دسمبر کے مضمون میں اتل کمار بسواس نے بنگال کے کلین برہمن سماج پر روشنی ڈالی ہے اس کا کہنا ہے کہ کلین برہمن کے لئے عورتیں سماجی مرتبہ کی علامت رہی ہیں۔ جس طرح آج کا مالدار طبقہ اپنے گھر کے سامنے بیرونی کاروں کا کارواں رکھتا ہے۔ بنگال کے مصنفین نے عام طور پر اپنی تحریروں میں اسے نظر انداز کیا ہے ایک ڈپٹی مجسٹریٹ بابو چندر داس نے ڈھاکہ انسٹیٹیوٹ میں ۱۸۶۷ء کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ذاتی طور پر دو کلین برہمن سے واقف ہے ایک کے پاس ساٹھ بیویاں ہیں اور دوسرے کے پاس سو ان لوگوں کے پاس ایک نوٹ بک ہے جس میں بیویوں کے نام اور ان کی ولدیت اور پتہ تحریر ہوتے ہیں۔ جاڑا شروع ہوتے ہی یہ لوگ اپنے نوٹ بک کے حساب سے عیاشی کے دورے پر نکلتے ہیں اور ہر بیوی سے پیسہ وصولتے ہوئے گرمی کے

کے ابتداء میں اپنے گاؤں واپس آجاتے ہیں یہ کلین برہمن اکثر بوڑھے بیمار اور موت کے بستر پر ہوتے جن میں انگنت بیویوں کے جسمانی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی تھی یہ بھی اکثر ہوا ہے کہ نوٹ بک یا یادداشت کی غلطی سے غلط جگہ پر پہونچ جایا جائے اور جب صحیح شوہر کچھ دنوں کے بعد وہاں پہونچے تو اس غلطی کا احساس ہوا۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے بھی اپنے ایک ناول نوکا دوبی میں ایسے پلاٹ اور کردار پیش کئے ہیں ۱۸۶۶ء میں حکومت بنگال کی جانب سے ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں ودیا ساگر بھی بحیثیت ایک ممبر تھے، اس کے مطابق ایسے بھی واقعات ہیں جبکہ ایک کلین برہمن کی ۲۳ شادی ایک ہی دن ایک ہی وقت میں انجام پائی۔ کلین برہمن گاؤں گاؤں گھومتے رہتے اور اس گاؤں کے مالدار لوگوں کی بیٹیوں سے شادی کر کے دو چار روز رہنے کے بعد دان دکشنا لے کر اور اس کی خانہ پوری اپنے رجسٹر میں کرنے کے بعد دوسرے پڑاؤ کی جانب نکل جاتے اور اس طرح شادی ٹور کا یہ سلسلہ چلتا رہتا۔ اس طرح کی شادیوں کے نتیجہ میں اس عورت اور سماج کی کیا حالت رہی ہوگی اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۲۷ اپریل ۱۸۵۵ء کے سماچار سودھا پرشن کی ایک رپورٹ کے مطابق ایک کلین بیٹے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اسے ایک آدمی کا خط ملا ہے کہ اس کی بیوی کو بچہ تولد ہوا اور اس سلسلہ کی ایک تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے جبکہ دو سال سے وہ اپنی اس بیوی کے پاس نہیں گیا ہے تو اس کے کلین باپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ تمہاری پیدائش کی خبر بھی اسی طرح میں نے سنی تھی اور بغیر کسی پریشانی کے اس تقریب میں شامل ہوا تھا۔

۱۵ اور ۲۲ جنوری ۹۵ء کے شمارہ میں مسٹر بسواس نے ہندو سماج میں مروج ستی کے طریقہ سے بحث کی ہے اور اسے ہندوستانی سماج کے نام ایک بدترین دھبہ کا نام دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہندو سماج نے اس گھناؤنے جرم کا کوئی